

# رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخلاقی خصوصیات

<"xml encoding="UTF-8?>

انسانی اخلاق سے مراد مکارم اخلاق ہے جن کے بارے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انما بعثت لاتتم مکارم الاخلاق - مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبیعوٹ کیا گیا ہے (بخار الانوار ج 71 ص 420)

ایک اور حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ علیکم بمکارم الاخلاق فان اللہ بعثنی بھا وان من مکارم الاخلاق ان یعفوا عنمن ظلمہ و یعطی من حرمه و یصل من قطعہ و ان یعومنم لایعووہ . یہ مکارم اخلاق میں سے ہے کہ انسان اس پر ظلم کرنے والے کو معاف کر دے ، اس کے ساتھ تعلقات و رشتہ برقرار کر دے جس نے اس کا بائیکاٹ کیا ہے ، اور اس کی طرف لوٹ کر جائے جس نے اسے چھوڑ دیا ہے (بندی ج 3 طبرسی ج 10 ص 333) مکارم اخلاق ، انسانی اخلاق اور حسن خلق میں کیا فرق ہے ؟ آئیے لغت کا سہارا لیتے ہیں ، مکارم مکرمہ کی جمع ہے اور مکرمہ کی اصل کرم ہے . کرم عام طور سے اس کا کو کہا جاتا ہے جسمیں عفو و درگذر اور عظمت و بزرگواری ہو یا بالفاظ دیگر وہ کام غیر معمولی ہوتا ہے چنانچہ اولیاء اللہ کے غیر معمولی کاموں کو کرامت کہا جاتا ہے .

راغب مفردات میں کہتے ہیں کہ کرم ان امور کو کہا جاتا ہے جو غیر معمولی اور باعظمت ہوں اور جو چیز شرافت و بزرگواری کی حامل ہو اسے کرم سے متصف کیا جاتا ہے . بنا بریں مکارم اخلاق محاسن اخلاق سے برتر و بالا ہیں . البتہ روایات میں ان دونوں کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال کیا گیا ہے . حسن خلق سے مراد وہ اچھے اخلاق ہیں جو حد اعتدال میں تربیت یافتہ لوگوں میں ہوتے ہیں . اسی امر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ آپ نے فرمایا الخلق الحسن لا ينزع الا من ولد حيضة او ولد زنة . حسن خلق پاک و پاکیزہ انسان کا لازم ہے

ہے جو فطرت و خلقت کے لحاظ سے پاک پیدا ہوا ہے اور حیض یا زنase پیدا ہونے والا ہی حسن خلق کا حامل نہیں ہوتا شاید اسی بنابر روایات میں حسن خلق کے مراتب ذکر کئے گئے ہیں اور جس کا اخلاق جتنا اچھا ہوگا اسے اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا ، حدیث شریف میں ہے " اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا " اس مومن کا ایمان کامل تریے جس کا اخلاق بہتر ہے . (مجلس ص 389) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ ان من احکم الی احسنکم خلقا " تم میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ ہے جس کا اخلاق زیادہ اچھا ہو .

مکام اخلاق حدا علائی حسن خلق کو کہتے ہیں اور اسے ہم کرامت نفس ، اخلاق کریمانہ بھی کہ سکتے ہیں . حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ہے " احسن الاخلاق ما حملک علی المکارم " سب سے اچھے اخلاق وہ ہیں جو تمہیں مکارم اخلاق کی منزل تک لے جائیں . (غزال الحکم ج 2 ص 462) مثال کے طور پر اچھے اخلاق میں ایک یہ ہے کہ انسان دوسروں کے حق میں نیکی اور احسان کر دے اس کے بھی مرتبے ہیں .

بعض اوقات کوئی کسی کے حق میں نیکی کرتا ہے جس کے حق میں نیکی کی گئی ہے اس کا انسانی ، اسلامی اور عرفی فریضہ ہے کہ وہ احسان کے بدلے احسان کر دے . قرآن کریم اس سلسلے میں کہتا ہے . هل جزاء الاحسان

الاحسان (الرحمن 60) کیا احسان کی جزاء احسان کے علاوہ کچھ اور ہوگی؟

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام، بیشام ابن حکم سے اپنے وصیت نامے میں فرماتے ہیں یا ہشام قول اللہ عزوجل هل جزا الاحسان جرت فی المومن والکافر و البر والفاجر . من صنع الیه معرف فعلیہ ان یکافی به ولیست المكافاة ان تصنع كما صنع حتى ترى فضلک فان صنعت كما صنع فله الفضل بالابتداء ۔

اے بیشام خدا کا یہ فرمان کہ کیا احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ کچھ اور ہے؟ اس میں مومن و کافر، نیک اور بدسب مساوی ہیں۔ (یعنی یہ تمام انسانوں کے لئے ضروری ہے) جس کے حق میں نیکی کی جاتی ہے اسے اس کا بدلہ دینا چاہئے اور نیکی کا بدلہ نیکی سے دینے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہی نیک کام انجام دیدیا جائے کیونکہ اس میں کوئی فضل و برتری نہیں ہے اور اگر تم نے اسی کی طرح عمل کیا تو اس کو تم پر نیک کام کا آغاز کرنے کی وجہ سے برتری حاصل ہوگی۔

یہ وصیت نامہ علی بن شعبہ نے تحف العقول میں نقل کیا ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان نیکی کے بدلے میں نیکی نہیں کرتا بلکہ اپنے اخلاقی اور انسانی فریضی کے مطابق اپنے بنی نوع کے کام آتا ہے اسکی مشکل دور کر دیتا ہے، اسکی ضرورت پوری کر دیتا ہے۔ دراصل ہر انسان اپنے بنی نوع کے لئے ہمدردی اور محبت کے جذبات رکھتا ہے۔

بقول سعدی

بنی آدم اعضای یکدیگرند۔

کہ درآفرینش زیک گوہرند۔

جو عضوی بہ درد آورد روزگار ۔

دگر عضوہارا نماند قرار۔

اس سے بڑھ کر مکرمت اخلاقی اور کرامت نفس کا مرحلہ ہے۔ جسے ہم مکارم اخلاق کہتے ہیں۔ اسکی مثال اذیت و آزار کے بدلے میں نیکی کرنا ہے جبکہ وہ بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے لیکن برائی کے بجائے نیکی اور احسان کرتا ہے یعنی نہ صرف انتقام اور بدلہ نہیں لیتا بلکہ بدی کرنے والی کو معاف کر دیتا ہے اور نیکی سے جواب دیتا ہے قرآن کریم کے مطابق۔ ادفع بالتی ہی احسن السیئة (مومنوں 96) اور آپ برائی کو اچھائی کے ذریعے رفع کیجئے کہ ہم ان کی باتوں کو خوب جانتے ہیں۔

بقول شاعر ۔

بدی رابدی سهل باشد جزا

اگر مردی احسن الی من اساء

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ العفو تاج المکارم۔ عفوو درگزشت مکارم اخلاق میں سب سے اعلیٰ ہے۔ (عززالحکم ج 1 ص 140)

یہ آیات کریمہ ہماری بیان کردہ باتوں کا ثبوت ہیں اور انمیں اخلاق کریمانہ کی پاداش بھی بیان کی گئی ہے "والذین اذا اصابهم البغي هم ینتصرون - وجزاء السیئة مثلاها فمن عفا و اصلاح فاجرہ علی الله انه لا يحب الظالمین - ولمن انتصر بعد طلبه فاولئک ماعليهم من بیل - ولمن صبر و غفر ان ذالک من عزم الامور۔ (شوری

" اور جب ان پر کوئی ظلم ہوتا ہے تو اس کا بدلہ لے لیتے ہیں اور ہر برائی کا بدلہ اس کے جیسا ہوتا ہے پھر جو معاف کر دے اور اصلاح کر دے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے وہ یقیناً ظالموں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ اور جو شخص ظلم کے بعد بدلہ لے اس کے اوپر کوئی الزام نہیں ہے۔ الزام ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق زیادتیاں پھیلاتے ہیں انہیں لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور یقیناً جو صبر کرے اور معاف کر دے تو اس کا یہ عمل بڑے حوصلے کا کام ہے۔ اس آیت سے چند امور واضح ہوتے ہیں۔

1. ستم رسیدہ کو انتقام لینے کا حق ہے کیونکہ بدی کا بدلہ عام طور سے بدی ہے۔
2. لیکن اگر معاف کر دے اور اسکے بعد اصلاح کرے (یعنی برائی اور ظلم و ستم کے آثار کو ظاہراً اور باطنًا مٹا دے) تو اس کا اجر خدا پر ہوگا (اسکی کوئی حد نہیں ہوگی)
3. اگر ستم رسیدہ انتقام لینا چاہے اور بدلہ لے توکسی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے لیکن اگر صبر کرے اور عفو و درگذشت سے کام لے تو اس نے نہایت حوصلے کا کام کیا ہے۔

آیت اللہ شہید مطہری نے اپنی کتاب فلسفہ اخلاق میں " فعل فطری اور فعل اخلاقی" کی بحث میں مکارم اخلاق کی سلسلے میں دلچسپ تحقیقات پیش کی ہیں اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دعائی مکارم اخلاق کے بعض جملے نقل کئے ہیں۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں اللهم صلی علی محمد وآل محمد وسددنی لان اعارض من غشی بالنصح و اجزی من هجرنی بالبر و اثیب من حرمنی بالبذل واکافی من قطعنی بالصلة و اخالف من اغتابنی الى حسن الذکر و ان اشکرالحسنة او اغضی عن السیئة۔ اے پروردگار محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرماؤر مجھے توفیق دے کہ جو مجھ سے غش و فریب کرے میں اس کی خیر خواہی کروں، جو مجھے چھوڑ دے اس سے حسن سلوک سے پیش آوں جو مجھے محروم کرے اسے صلہ رحمی کے ساتھ بدلہ دون اور پس پشت میری برائی کرے میں اس کے برخلاف اس کا ذکر خیر کروں اور حسن سلوک پر شکریہ ادا کروں اور بدی سے چشم پوشی کروں۔

اس کے بعد شہید مطہری عارف نامدار خواجہ عبداللہ انصاری کا یہ جملہ نقل کرتے ہیں کہ بدی کا جواب بدی سے دینا کتوں کا کام ہے، نیکی کا جواب نیکی سے دینا گدیوں کا کام ہے اور بدی کا جواب نیکی سے دینا خواجہ عبداللہ انصاری کا کام ہے۔

واضح رہے اس سلسلے میں بے شمار حدیثیں وارد ہوئی ہیں یہاں پر ہم ایک حدیث نقل کر رہے ہیں جو مرحوم کلینی نے ابو حمزہ ثمہی کے واسطے سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ثلاث من مکارم الدینا والآخرة، تغفوا عن ظلمک و تصل من قطعک و تحلم اذا جهل عليك۔ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تین چیزیں دنیا و آخرت میں اچھی صفات میں شمار ہوتی ہیں (انسان کو ان سے دنیا و آخرت میں فائدہ پہنچتا ہے) وہ یہ ہیں کہ جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کر دو، اور جو تمہیں محروم کرے اس سے صلہ رحم کرو اور جو تمہارے ساتھ نادانی کرے اس کے ساتھ صبر سے کام لو۔

کلینی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک خطبے میں فرمایا الا اخبرکم بخیر خلائق الدینا و الآخرة العفو عن ظلمک و تصل من قطعک و الاحسان الى من اساء اليك و اعطاء من حرمک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں دنیا و آخرت کے بہترین اخلاق سے آگاہ نہ کروں؟ اسے معاف کر دینا جو تم پر ظلم کرے۔ اس سے ملنا جو تمہیں چھوڑ دے اس پر احسان کرنا جس نے تمہارے ساتھ برائی

کی ہو۔ اسے نوازا جس نے تمہیں محروم کر دیا ہو۔ ان ہی الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک اور روایت نقل ہوئی۔

یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکارم اخلاق بیان کرنا کسی انسان کا کام نہیں کیونکہ آپ کے بارے میں خداوند قدوس فرماتا ہے کہ انک لعلی خلق عظیم۔ (اصول کافی باب حسن الخلق) قلم آپ کے فضائل و کرامات بیان کرنے سے عاجز ہے۔ جو امور ذیل میں بیان کئے جا رہے ہیں وہ آپ کے محاسن و مکارم اخلاق کے سمندر کا ایک قطرہ بھی نہیں ہیں۔

مرحوم محدث قمی کا کہنا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ بیان کرنا گویا سمندر کو کوڑے میں سموئی یا آفتاب کو روزن دیوار سے گھر میں اتارنے کے مترادف ہے لیکن بقول شاعر

آب دریا را اگر نتوان کشید  
ہم بقدرتشنگی باید چشید

### رحمة للعالمين

حجرت کا آٹھواں سال اسلام و مسلمین کے لئے افتخارات اور کامیابیوں کا سال تھا اسی سال مسلمانوں نے مشرکین کے سب سے بڑھاڑھے یعنی مکہ مکرمہ کو فتح کیا تھا۔ اس کے بعد اسلام سارے جزیرہ العرب میں بڑی تیزی سے پھیل گیا۔

فتح مکہ کے دن لشکر اسلام کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا مسلمان چاروں طرف سے خانہ کعبہ تک پہنچ گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل کرنے کے بعد اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے اور اونٹ پر بیٹھ کر مسجد الحرام کی طرف روانہ ہوئے۔ شہر مکہ جہاں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ندائی حق اور دعوت الہی کو دبایے کے لئے تمام وسائل و ذرائع سے کام لیا گیا تھا آج اس پر عجیب خاموشی اور خوف چھایا ہوا ہے اور لوگ اپنے گھروں، دروازوں کے شکافوں اور کچھ لوگ پہاڑ کی چوٹیوں پر سے عبداللطیب کے پوتے کی عظمت و جلالت کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ آپ خانہ کعبہ تک پہنچ گئے لشکر اسلام اپنے آسمانی ریبرکی قیادت میں طواف کرنے کو بے چین تھا لوگوں نے آپ کے لئے راستہ کھو لا۔ رسول اللہ کے اونٹ کی حمار محمد بن مسلمہ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ نے اس عالم میں طواف کیا حجراسود کو بوسہ دینے کے بعد خانہ کعبہ کی دیواروں پر لٹکے ہوئے بتون کو نیچے گرایا اور حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ کے شانہ ہائے مبارک پر کھڑھے ہو کر بتون کو نیچے پھینکیں۔ سیرہ حلبیہ اور فریقین کی بہت سی کتابوں میں وارد ہوا ہے کہ لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا کہ جب آپ آنحضرت کے شانے پر کھڑھے ہوئے تھے تو کیسامحسوس کر رہے تھے؟ آپ نے فرمایا میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ میں ستارہ ثریا کو چھو سکتا ہوں۔ اس کے بعد آپ ص نے کلید دار کعبہ عثمان طلحہ کو کعبے کا دروازہ کھولنے کا حکم دیا کعبے میں داخل ہوئے اور مشرکین نے پیغمبروں اور فرشتوں کی جو تصویریں بنانے کے لیے دیواروں سے آویزان کر رکھی تھیں انہیں اپنی عصا سے نیچے گرایا اور اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا " اور کہہ دیجئے کہ حق آگیا اور باطل فنا ہو گیا کہ باطل بہر حال فنا ہونے والا ہے۔ (اسراء 81)

مشرکین مکہ صنادید قریش اور ان کے خطباء و شعرا جیسے ابوسفیان، سہیل بن عمر و دیگر افراد خانہ کعبہ

کے کنارے سرجهکاہ کھڑے تھے۔ شاید یہ لوگ سوچ ریے ہونگے رسول اللہ نے مکہ فتح کر لیا ہے ، اب وہ کس طرح سے ان کی اذیتوں ، تمتوں اور تمسخروافتراعات کا بدلہ لیں گے ؟ اور ان کے بارے میں کیا فیصلہ کریں گے ! جن لوگوں نے ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی و پیغمبر الہی کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا تھا اور آپ کی بزرگواری اور کریمانہ اخلاق سے آگاہ نہیں تھے ان کے دلوں میں خوف و اضطراب موجز نہ تھا۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ انہو نے صرف فاتح سرداروں کو لوٹ مار کر تے اور خون بھاتے ہوئے دیکھا تھا۔ انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ قرآن کریم نے رسول اللہ کو رحمة للعالمین قرار دیا ہے ، دونوں جہاں کے لئے رحمت بنادر بھیجا ہے۔ اقتدار و فتح و کامرانی کی صورت میں ان پر غرور ہوا و ہوس کا سایہ تک نہیں پڑسکتا۔ اہل مکہ کے لئے اس دن (فتح مکہ) کا ہر لمحہ پر اضطراب تھا ایسے میں آپ نے وہی جملے دوہرائے جو مبعوث برسالت ہونے کے بعد فرمائے تھے، آپ نے کہا لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له صدق وعدہ و نصر عبده و ہزم الاحزاب وحدہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبد نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا ، اپنے بندے کی نصرت کی اور تنہا تمام گروہوں کو شکست دی۔

اس کے بعد اہل مکہ کو یہ اطمینان دلاتے کے لئے کہ مسلمان ان سے انتقام نہیں لیں گے ان سے فرمایا ماذانقولون و ماذاظنون۔ میرے بارے میں تم لوگ کیا کہتے ہو اور کیا سوچ ریے ہو؟ قریش جو رسول اللہ کی عظمت و جلالت کو دیکھ کر بڑی طرح بے دست و پا ہوچکے تھے گڑکڑا کر کہنے لگے نقول خیرا و نظن خیرا اخ کریم و ابن اخ کریم و فد قدرت۔ ہم آپ کے بارے میں خیر خوابی اور خوبی کے علاوہ کچھ نہیں کہتے ہیں اور خیر و نیکی کے علاوہ کچھ نہیں سوچتے۔ آپ مہربان و کریم بھائی ہیں اور ہمارے بزرگ و مہربان چچا زاد ہیں اور اب آپ کو بھرپور اقتدار حاصل ہو گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مزید اطمینان دلایا اور ان کی معافی کا حکم جاری کیا آپ نے فرمایا میں تم لوگوں سے وہی کہوں گا جو میریے بھائی یوسف نے کہا تھا (جب ان کے بھائیوں نے انہیں نہیں پہچانا تھا) آپ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی قال لاتتریب علیکم الیوم یغفراللہ لكم و هوالرحم الرحیم۔ یوسف نے کہا آج تمہارے اوپر کوئی الزام نہیں ہے خدا تمہیں معاف کر دے گا کہ وہ بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ تم سب بڑے بڑے لوگ تھے کہ اپنے پیغمبر کو جھٹلایا اور اسے اپنے شہر و دیار سے نکال دیا ، اس پر اکتفانہ کی بلکہ دوسرے شہروں میں بھی مجھ سے جنگ کرنے کے لئے آیا کرتے تھے۔

آپ کی باتیں سنکر بعض لوگوں کے چھرے فق ہو گئے وہ یہ سوچنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت و آزار و مصائب یاد آگئے ہیں اور آپ ، انتقام لینا چاہتے ہیں لیکن رسول حق نے رحمت و کرامت کا ثبوت دیتے ہوئے فرمایا فاذھبوا فانتم الطلقاء جاؤ تم سب آزاد ہو۔ تاریخ و روایات میں آیا ہے کہ جب رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تو لوگ اس طرح سے مسجد الحرام سے باہر جانے لگے جیسے مردے قبروں سے اٹھ کر بھاگ ریے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی مہربانی و رحمت کی وجہ سے مکہ کے اکثر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

## نرم دلی و رواداری:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے نظیر اخلاقی صفات میں ایک نرم دلی اور رواداری ہے۔ آپ بدو عربوں یہاں تک کہ کینہ پرور دشمنوں کی درخشت خوئی، بے ادبی اور جہالت پر نرمی اور رواداری سے پیش آتے تھے۔

آپ کی اس صفت نے بے شمار لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کا گرویدہ بھی بنادیا۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں **بلین الجانب تانس القلوب** نرمی اور (مهربانی) سے ہی لوگ مانوس ہوتے ہیں۔ (غیر الحكم ج 2 ص 411)

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ **وعليکم بالاناعة واللین والتسرع من سلاح الشیطان وما من شئ احب الى الله من الاناعة واللین** -

تمہیں نرمی اور رواداری اختیار کرنی چاہیے، اور ایک دوسرے کے ساتھ پیش آئے میں جلد بازی شیطان کا کام ہے اور خدا کے نزدیک نرمی اور رواداری سے پسندیدہ اخلاق اور کوئی نہیں ہے۔ (علل الشرایع ج 2 ص 210)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ **ان العلم خليل المومن ، والحلם وزیره** بے شک علم مومن کا سچا دوست ہے حلم اس کا وزیر ہے صبر اسکی فوج کا امیر ہے دوستی اس کا بھائی ہے نرمی اس کا باپ ہے۔ (مجلسی ج 78 ص 244)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نرم خوئی اور رواداری خدا کی خاص عنایت و لطف میں ہے اسی صفت کی وجہ سے لوگ آپکی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ سورہ مبارکہ آل عمران میں آپ کی ان ہی صفات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد ہو رہا ہے " فبِمَارحمةِ مِنَ اللَّهِ لَنْتَ لَهُمْ وَلَوْكِنْتُ فَظَا غَلِيظَا الْقَلْبَ لَانْفَضُوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْلَهُمْ"۔ پیغمبر اللہ کی مہربانی ہے کہ تم ان لوگوں کے لئے نرم ہو ورنہ اگر تم بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے لہذا اب انہیں معاف کر دو اور ان کے لئے استغفار کرو۔ (آل عمران 159)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نرم مزاجی اور رواداری کے بارے میں دو واقعات ملاحظہ فرمائیں۔ محدث قمی نے سفینہ البحار میں انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ انس بن مالک کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا آپ ایک عبا اوڑھے ہوئے تھے جس کے کنارے موٹے تھے ایک عرب آتا ہے اور آپ کی عبا کو پکڑ کر زور سے کھینچتا ہے جس سے آپ کی گردن پر خراش پڑ جاتے ہیں اور آپ سے کہتا ہے کہ اے محمد میرے ان دونوں اونٹوں پر خدا کے اس مال میں سے جو تمہارے پاس ہے لاد دو کیونکہ وہ نہ تو تمہارا مال ہے اور نہ تمہارے باپ کا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرد عرب کی یہ بات سنکر خاموش رہے اور فرمایا **المال مال اللہ وانا عبدہ**۔ سارا مال خدا کا ہے اور میں خدا کا بندہ ہوں۔ اس کے بعد فرمایا اے مرد عرب تو نے جو میرے ساتھ کیا ہے کیا اسکی تلافی چاہتا ہے؟ اس نے کہا نہیں کیونکہ تم ان میں سے نہیں ہو جو برأی کا بدلہ برأی سے دیتے ہیں۔ آنحضرت یہ سنکر ہنس پڑھے اور فرمایا مرد عرب کے ایک اونٹ پر جواور دوسرے پر خرما لاد دیا جائے۔ اسکے بعد اسے روانہ کر دیا۔ (سفینہ البحار باب خلق)

1. شیخ صدوق نے اپنی کتاب امالی میں ساتویں امام علیہ السلام کے واسطے سے حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک مرد یہودی کی چند اشرفیاں قرض تھیں، یہودی نے آنحضرت سے قرضہ طلب کر لیا۔ آپ نے فرمایا میرے پاس تمہیں دینے کو کچھ بھی نہیں ہے۔ یہودی نے کہا میں اپنا پیسہ لیئے بغیر آپ کو جانے نہیں دوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر ایسا ہے تو میں تیرے پاس ہی بیٹھا رہوں گا، آپ اس مرد یہودی کے پاس بیٹھ گئے اور اس دن کی نمازیں وہیں ادا کیں۔ جب آپ کے صحابہ کو واقعی کا علم ہوا تو یہودی کے پاس آئے اور اسے ڈرانے دھمکانے لگے۔ آپ نے صحابہ کو منع فرمایا اصحاب نے کہا اس یہودی نے آپ کو قیدی بنالیا ہے اس کے جواب میں آپ نے فرمایا لم پیغاثی رہی بان اظللم معاہدا ولاغیرہ۔ خدا نے مجھے نبی بنناکر نہیں بھیجا تاکہ میں ہم پیمان کافر یا کسی اور پر

ظلم کروں ۔ دوسرے دن مرد یہودی اسلام لے آیا اس نے شہادتیں جاری کیں اور کہا کہ میں نے اپنا نصف مال راہ خدا میں دیدیا خدا کی قسم میں نے یہ کام نہیں کیا مگر یہ کہ میں نے توریت میں آپ کی صفات اور تعریف پڑھی ہے توریت میں آپ کے بارے میں اس طرح ملتا ہے کہ محمد بن عبداللہ مولدہ بمکہ و مہجرہ بطیبہ ولیس بفظ ولا غلیظ و بسخاب و لا متزین بفحش ولا قول الخناء وانا اشهدان لاله الا الله وانک رسول الله وهذا مالی فاحکم فيه بما نزل الله ۔ محمد ابن عبداللہ جس کی جائے پیدائش مکہ ہے اور جو بھرتو کرکے مدینے آئے گا نہ سخت دل ہے نہ تند خو، کسی سے چیخ کربات نہیں کرتے اور نہ ان کی زبان فحش اور بیہودہ گوئی سے آلوہ ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اس کے رسول ہیں اور یہ میرا مال ہے جو میں نے آپ کے اختیار میں دیدیا اب آپ اس کے بارے میں خدا کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں ۔

سورہ توبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں ارشاد ہوتا ہے لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم ۔ فان تولوا فقل حسبي اللہ لاله الا الله هو علیہ توکلت و هورب العرش العظیم ۔

یقیناً تمہارے پاس وہ پیغمبر آیا ہے جو تمہیں میں سے ہے اور اس پر تمہاری ہر مصیبت شاق ہوتی ہے ، وہ تماری ہدایت کے لئے حرص رکھتا ہے اور مومنین کے حال پرشفیق و مہربان ہے اب اس کے بعد بھی یہ لوگ منہ پھیرلیں تو کہ دیجئے کہ میرے لئے خدا کافی ہے اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے میرا اعتقاد اسی پر ہے اور وہی عرش اعظم کا پروردگار ہے۔

### نوع دوستی اور بے کسوں کی دستگیری:

1. شیخ صدوق نے اپنی کتاب امالی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا دیکھتا ہے کہ آپ کا لباس پرانا ہو چکا ہے آپ کو بارہ دریم دیتا ہے کہ آپ اپنے لئے نیا لباس خریدیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بارہ دریم حضرت علی علیہ السلام کو دیتے ہیں تاکہ وہ آپ کے لئے لباس خرید کر لائیں۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے بازار سے بارہ دریم کا ایک لباس خریدا اور رسول اللہ کے پاس لے آیا۔ آپ نے لباس دیکھ کر فرمایا ہے علی دوسرا لباس میری نظر میں بہتر ہے، دیکھو کیا دوکاندار یہ لباس واپس لے گا۔ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم، آپ نے فرمایا جاکر معلوم کرو، میں دوکاندار کے پاس گیا اور کہا کہ رسول خدا کویہ لباس پسند نہیں آیا ہے انھیں دوسرا لباس چاہئے اسے واپس لے لو۔ دوکاندار نے لباس واپس لے لیا اور حضرت علی علیہ السلام کو بارہ دریم لوٹا دیئے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں میں وہ بارہ دریم لیکر رسول اللہ کی خدمت میں گیا آپ میرے ساتھ لباس خریدنے کے لئے بازار کی طرف روانہ ہوئے ۔ راستے میں دیکھا کہ ایک کنیز بیٹھی روربی ہے ۔ آنحضرت نے اس کنیز سے پوچھا کہ اس نے رونے کا کیا سبب ہے، اس نے کہا یا رسول اللہ میرے گھروالوں نے سودا خریدنے کے لئے چار دریم دیتے تھے۔ لیکن دریم گم ہو گئے اب مجھے خالی باتھ گھر جاتے ہوئے ڈرگتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کنیز کو چار دریم دیدیئے اور فرمایا جاؤ اپنے گھر لوٹ جاؤ۔ پھر آپ بازار کی طرف روانہ ہو گئے اور چار دریم کا لباس خریدا خدا کا شکر ادا کیا اور بازار سے روانہ ہو گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک بڑینہ شخص کہہ رہے کہ جو مجھے کپڑے پہنائے خدا اسے جنت میں کپڑے پہنائے گا۔ رسول اللہ نے اپنی قمیص اتاری اور اس شخص کو پہنادی ۔ آپ دوبارہ بازار تشریف لے گئے اور باقی بچے چار دریموں سے ایک اور لباس خریدا اور بیت الشرف تشریف لے گئے۔ راستے میں دیکھتے ہیں وہی کنیز بیٹھی روربی آپ نے اس سے پوچھا تم اپنے گھر کیوں

نہیں گئیں۔ کنیز نے کہا اے رسول خدا میں بہت دیرسے گھر سے باہر ہوں مجھے ڈرلگ ریا ہے کہیں گھر والے میرے پٹائی نہ کر دیں آپ نے فرمایا اٹھو، میرے آگے آگے چلو اور اپنے گھروالوں کو مجھ سے ملواؤ، رسول خدا اس کنیز کے ساتھ اس کے گھر پہنچے آپ نے دروازے پر پہنچ کر فرمایا السلام علیکم یا اہل الدار کسی نے آپ کا جواب نہیں دیا آپ نے دوبارہ سلام کیا کسی نے جواب نہیں دیا جب آپ نے تیسرا مرتبہ سلام کیا تو گھر سے آواز آئی و علیک السلام یا رسول اللہ و رحمة اللہ برکاتہ آپ نے فرمایا پہلی اور دوسری مرتبہ میرے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا گیا تو گھروالوں نے کہا کہ ہم نے دونوں مرتبے آپ کی آواز مبارک سنی تھی اور آپ کی آواز باریار سننا چاہتے تھے۔ رسول اللہ نے فرمایا یہ کنیز دیرسے گھرلوٹ رہی ہے اس کی تنبیہ نہ کرنا گھروالوں نے کہا اے رسول خدا آپ کے قدم مبارک کے صدقے اس کنیز کو آزاد کیا آپ نے فرمایا الحمد للہ ان بارہ دریموں سے بابرکت دریم نہیں دیکھے ان کی برکت سے دو بڑے جسموں کو لباس ملا اور ایک کنیز کو آزاد نصیب ہوئی۔

حمیری نے اپنی کتاب قرب الاسناد میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ سے ایک شخص نے سوال کیا آپ نے فرمایا کیا کسی کے پاس ادھار دینے کو کچھ ہے تو قبیلہ بنی الحبیل کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس ہے آپ نے فرمایا اس سائل کو چار وسق خرما دیدو اس شخص نے سائل کو چار وسق خرمادے دیا اس کے بعد رسول اللہ سے اپنا ادھار واپس لینے کے لئے آپ کے پاس گیا آپ نے فرمایا انشاء اللہ تمہیں تمہاری امانت مل جائے گی، وہ شخص چار مرتبہ رسول خدا کے پاس گیا آپ نے اسے یہی جواب دیا اس نے کہا یا رسول اللہ آپ کب تک یہ فرماتے رہیں گے انشاء اللہ تمہارا ادھار ادا کر دیا جائے گا! آنحضرت مسکرائی اور فرمایا کیا کسی کے پاس ادھار دینے کو کچھ ہے، ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا میرے پاس ہے یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا تیرے پاس کتنا مال ہے، اس شخص نے کہا آپ جتنا چاہیں، آپ نے فرمایا اس شخص کو اٹھ وسق خرما دیدو۔

انصاری نے کہا میرا ادھار چار وسق ہے آپ نے فرمایا چار وسق اور لے لو۔

انس بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے نو سال آنحضرت کی خدمت کی اس دوران آپ نے کبھی بھی مجھ پر اعتراض نہیں کیا اور نہ میرے کام میں کوئی عیب نکالا۔ ایک اور روایت کے مطابق انس بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے دس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی اس مدت میں آپ نے مجھ سے اف تک نہ کہا۔ انس بن مالک سے ایک اور روایت ہے کہ افطار اور سحر میں آپ یا تو دودھ تناول فرمایا کرتے تھے یا پھر کبھی کبھی دودھ میں روٹی چور کے نوش کیا کرتے تھے۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ ایک رات میں آپ کے لئے دودھ اور روٹی مہیا کی لیکن آپ دیرسے تشریف لائے میں نے یہ سوچا کہ افطار پر اصحاب نے آپ کی دعوت کی ہے اور میں نے آپ کی غذا کھالی، کچھ دیر بعد آپ تشریف لے آئے، میں نے آپ کے ایک صحابی سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ نے افطار کیا ہے یا کسی نے افطار پر آپ کی دعوت کی تھی، صحابی نے نفی میں جواب میں دیا۔ وہ رات میرے لئے بڑی کربناک رات تھی صرف خدا ہی میرے غم و غصے سے واقف تھا مجھے یہ خوف لاحق تھا کہ کہیں آپ مجھ سے اپنی غذا نہ طلب فرمائیں اور میں آپ کے سامنے شرمندہ ہو جاؤں لیکن اس رات رسول اللہ نے افطار نہیں کیا اور آج تک اس غذا کے بارے میں مجھ سے سوال نہیں فرمایا۔

حدیث میں ہے کہ ایک سفر میں آپ نے گوسفند ذبح کرنے کا حکم دیا۔ آپ کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا میں گوسفند ذبح کر دوں گا، دوسرے نے کہا میں اس کا چمڑا اتار دوں گا، تیسرا نے کہا گوشت پکانا میری ذمہ داری ہے آپ نے فرمایا میں لکڑیاں لے آونگا۔ اصحاب نے عرض کیا آپ رحمت نہ فرمائیں ہم آپ کا کام کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں لیکن مجھے پسند نہیں ہے کہ میں تم لوگوں سے ممتاز رہوں کیونکہ خدا کو بھی یہ پسند

نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ لکڑیاں جمع کرنے کے لئے روانہ ہو گئے۔

جب آپ سے کوئی ملتا تھا تو آپ اس سے اس وقت تک جدا نہیں ہوتے تھے جب تک وہ شخص خود خدا حافظ کر کے آپ کے پاس سے نہ چلا جائے۔ جب آپ کسی سے مصافحہ کرتے تھے تو مصافحہ کرنے والے کا باتھ اس وقت تک نہ چھوڑتے تھے جب تک وہ خود اپنا باتھ نہ کھینچ لے، اور جب آپ کی مجلس میں بیٹھنے والا خود نہیں اٹھ جاتا تھا آپ نہیں اٹھتے تھے۔

آپ مریضوں کی عیادت کو جایا کرتے تھے، جنمازوں میں شرکت فرمایا کرتے تھے، گدھے پر سواری کیا کرتے تھے، آپ جنگ خبیر، جنگ بنی قریظہ اور جنگ بنی نضیر میں گدھے پر سوارتھے۔

ابوذر کہتے ہیں کہ رسول اللہ اپنے اصحاب کے درمیان ایسے تشریف فرمابوئے تھے کہ اجنبی یہ نہیں پہچان سکتا تھا کہ رسول اللہ کون ہیں بلکہ اسے آپ کے بارے میں پوچھنا پڑتا تھا (یعنی آپ اپنے لئے کسی بھی طرح کا امتیاز روانہ ہیں سمجھتے تھے)

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں کسی طرح کی اونچ نیچ نہیں ہوتی تھی سب ایک سطح پر بیٹھتے تھے۔ جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کے سوال کو رد نہیں کیا۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں جب تنہا ہوتے تو کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا اپنا لباس سیتے اور نعلین میں پیوند لگاتے۔

انس کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ اپنے کسی صحابی کو تین دن تک نہ دیکھتے تو اس کے بارے میں پوچھتے، اگر وہ صحابی سفر پر یوتاتو اس کے لئے دعا فرماتے اور اگر شہر میں ہوتاتو اس سے ملنے جاتے اور اگر بیمار یوتاتو اس کی عیادت کرتے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خمس لادعہن حتی الممات الاکل علی الحضیض مع العبید، ورکوبی الحمار موکفا، وحلبی العنبیدی، ولبس الصوف، و التسلیم علی الصبیان لتکون سنتہ می بعدی۔ پانچ چیزیں ہیں جنہیں میں موت تک ترک نہیں کر سکتا تاکہ میرے بعد سنت بن جائیں، غلاموں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر غذا کھانا، ایسے گدھے پر سوار ہونا جس پر سادہ زین ہو، بکری کو اپنے باتھوں سے دوبنا، کھردا کپڑا پہننا، اور بچوں کو سلام کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کبھی یہ پسند نہیں فرماتے تھے کہ آپ سوار ہوں اور آپ کے ساتھ کوئی پیادہ چلے، آپ اسے اپنی سواری پر سوار کر لیتے تھے، اور اگر وہ نہیں مانتا تھا تو آپ فرماتے مجھ سے آگے نکل جاؤ اور جہان تمہیں جانا ہے وہاں مجھ سے ملاقات کرو۔

حضرت امام باقر علیہ السلام سے رویت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے دیکھتے ہیں فضل بن عباس وہاں موجود ہیں آپ نے فرمایا اس لڑکے کو میرے پیچھے سواری پر بٹھا دو، پھر آپنے انہیں اپنے باتھ سے سہارا دیا یہاں تک کہ انہیں مقصد تک پہنچادیا۔

آپ نے حجۃ الوداع میں اسامہ بن زید کو اپنی سواری پر بٹھایا اسی طرح عبداللہ بن مسعود اور فضل کو اپنے پاس اپنی سواری پر بٹھایا۔ میری نے کتاب حیات الحیوان میں حافظ بن مندہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین تیس افراد کو اپنی سواری پر اپنے پاس بٹھایا ہے۔

سیرت نویسون نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ کان صلی اللہ علیہ وآلہ فی بیتہ فی مهنت اہلہ، یقطع اللحم ویجلس علی الطعام محقرا۔ ویرقع ثوبہ و یخصف نعلہ و یخدم نفسہ و یقیم الہیت و یعقل البعیر و یعلف ناضحہ

و يطحن مع الخادم و يعجن معها، و يحمل بضاعته من السوق، ويوضع طهوره بالليل بيده، ويجالس الفقراء و يواكل المساكين و ينال لهم بيده و يأكل الشاة من النوى في كفه ويشرب الماء بعد ان سقى اصحابه و قال ساقى القوم آخرهم شربا...

رسول الله صلى الله عليه وآل و سلم گھر کے کاموں میں اپنے اہل خانہ کا باتھ بٹایا کرتے تھے، گوشت کاٹا کرتے تھے، اور بڑھ تواضع کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا کرتے تھے، وضو کے لئے خود پانی لایا کرتے تھے، فقیروں کے ساتھ بیٹھتے تھے، مسکینوں کے ساتھ غذا تناول فرماتے تھے، ان کے ساتھ مصافحہ کرتے تھے، گوسفند کو اپنے باتھ سے غذا دیتے تھے، اپنے ساتھیوں اور اصحاب کو پانی پلانے کے بعد خود پانی نوش فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ قوم کے ساقی کو سب سے آخر میں پانی پینا چاہیے ۔

اللهم صل على محمد وآل محمد وعجل فرجهم

\*\*\*\*\*

منابع و مأخذ

-قرآن کریم

-2.غیرالحکم

3-تحف العقول

4-علل الشرائع

5-صحیفہ سجادیہ

6-مجمع البيان

7-سفینۃ البحار

8-اصول کافی

9-بحار الانوار

10-فلسفہ اخلاق (مطہری)

11-کنزالعمال ۔